

رمضان المبارک: اہتمام اور تقاضے

مولانا محمد یوسف اصلاحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ رمضان آنے سے پہلے آپ رمضان کے استقبال کے لیے لوگوں کے ذہن تیار کرتے تھے، تاکہ رمضان سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں۔ احادیث میں ایسے خطبوں کا تذکرہ آتا ہے جو خاص اس مقصد کے لیے، آپ نے رمضان کی آمد سے پہلے خطاب فرمائے ہیں۔ خاص طور پر وہ خطبہ تو بہت ہی طویل اور مشہور ہے جو شعبان کی آخری تاریخ کو آپ نے دیا ہے اور جس کے راوی حضرت سلمان فارسیؓ ہیں۔ فرمایا: ”تم لوگوں پر جلد ہی ایک عظیم مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے“۔ اس مہینے کی عظمت اور فضیلت کے مختلف پہلو پیش فرمائے۔ روزے کے فیوض اور برکات کا ذکر فرمایا اور اس طرح ذہنوں کو تیار کیا کہ اس سنہری موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے انسان پورے ذوق و شوق اور یکسوئی کے ساتھ کمر بستہ ہو جائے۔

استقبالِ رمضان اور خود احتسابی

رمضان سے پوری طرح استفادے اور اس کی خیر و برکت کا واقعی مستحق ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس کے لیے ذہن و فکر اور قلب و روح کو پوری طرح تیار کر لے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات چھانے سے پہلے انسان اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے بھی معاف کرائے اور اللہ کے بندوں سے بھی۔ وہ سنجیدگی سے سوچے کہ وہ خدا کے حقوق ادا کرنے میں کیا کیا کوتاہیاں کر رہا ہے، کن کن نافرمانیوں میں مبتلا رہا ہے اور اس کی زندگی کے بہترین اوقات کن خرافات میں گزرتے رہے ہیں۔ سچے دل سے توبہ کرے اور اللہ سے پختہ عہد کرے کہ: ”پروردگار، جو کچھ ہو چکا، سو ہو چکا۔ اب یہ تیرا بندہ تیرا وفادار رہے گا اور نافرمانیوں سے

دامن پاک رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اگر نمازیں قضا ہوئی ہیں تو رمضان کے دنوں میں ان کو ادا کرنے کی فکر کرے۔ اگر زکوٰۃ ادا کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے تو اسی رمضان میں حساب لگا کر ادا کرنے کا ارادہ کر لے۔ قدرے تکلیف اٹھا کر جتنی ادا کر سکتا ہو ادا کرے، جو رہ جائے اللہ سے عہد کرے کہ رمضان کے بعد اہتمام کے ساتھ ادا کرے گا۔ بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو، کسی کو ناحق ستایا ہو، یا کسی کا دل دکھایا ہو، یا کسی کا نقصان کیا ہو تو یہ ان سب سے معافی طلب کرے اور جب تک یہ لوگ معاف نہ کریں، اطمینان کا سانس نہ لے۔ اس لیے کہ بندوں کے حقوق جب تک بندے خود معاف نہ کر دیں اللہ معاف نہیں کرتا۔

اصلاح حال کے معاملے میں عام طور پر ایک اور کوتاہی بھی عام ہے، وہ یہ کہ جب بھی انسان پر نیکی کے جذبات چھانے اور نیکیاں کرنے کا داعیہ ابھرتا ہے، تو ادھر نگاہ نہیں جاتی کہ وہ کن کن بڑے اور چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہے، بلکہ اس کا ذہن کچھ نوافل و اذکار اور صدقات و خیرات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور آدمی یہ سب کر کے اطمینان محسوس کرتا ہے کہ اس نے دین دارانہ زندگی اپنائی ہے اور فرماں بردار بندوں میں شامل ہو گیا ہے۔ حالانکہ اذکار و نوافل اور صدقات و خیرات کا اہتمام کرنے سے پہلے سوچنے اور کرنے کا کام یہ ہے، کہ وہ دیکھے کہ کن کن گناہوں میں وہ مبتلا ہے؟ کبیرہ گناہوں سے مخلصانہ توبہ کرے اور اللہ سے پختہ عہد کرے کہ آئندہ ان گناہوں کو جانتے بوجھتے کبھی نہیں دہرائے گا۔ صغیرہ گناہوں سے بھی توبہ کرے۔ اگرچہ صغیرہ گناہ تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کی برکت سے معاف کر دیتا ہے، مگر کبیرہ گناہ وہ ہرگز معاف نہیں فرماتا۔ کبیرہ گناہ توبہ ہی کے ذریعے معاف ہوتے ہیں اور یہ توبہ ہی بندے کا وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ انتہائی خوش ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ: ایک شخص ایک بے آب و گیاہ ریگستان میں سفر کر رہا تھا، اُونٹ پر اس کے کھانے پینے کا سامان لدا ہوا تھا۔ ایک جگہ وہ سستانے کے لیے رُکا تو اتفاق سے اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ جب کھلی تو اُونٹ غائب، وہ ادھر ادھر دوڑا، اُونٹ کو تلاش کیا مگر اُونٹ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا کہ اس بے آب و گیاہ ریگستان میں اس کا کھانا پینا سب کچھ اُونٹ پر لدا ہوا تھا اور اُونٹ غائب ہے۔ پھر اس کی آنکھ لگ گئی۔ اب جو آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے کہ اُونٹ سامنے کھڑا ہے۔ اس نے اُونٹ کی لگام پکڑی اور خوشی کی انتہائی مدہوشی

میں کہتا ہے: اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب! خوشی کی انتہا میں اُلٹا کہہ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جب اس کا بھٹکا ہوا بندہ توبہ کے ذریعے واپس ملتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس اُونٹ والے بندے سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (مسلم)

حقیقی توبہ کے تقاضے

رمضان سے واقعی فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بندہ رمضان آنے سے پہلے ہی توبہ کر لے، تمام گناہوں سے رُک جائے اور اللہ سے سچا معاہدہ کرے کہ اب وہ کبھی ان گناہوں کی دلدل کے قریب نہ جائے گا۔ توبہ کے سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ انسان سارے گناہوں سے توبہ کر لے، خواہ وہ چھوٹے گناہ ہوں یا بڑے۔ یہ انداز صحیح نہیں ہے کہ کچھ گناہوں سے تو توبہ کر لے اور کچھ کے سلسلے میں اللہ سے معاملہ کرنے بیٹھ جائے کہ فلاں فلاں گناہ کچھ عرصہ اور کرتا رہوں گا یا صرف رمضان تک ان سے باز رہنے اور ان کو ملتوی رکھنے کا عہد کرتا ہوں۔ یہ آدھی پونی توبہ پسندیدہ توبہ نہیں ہے۔ اللہ بندے سے کہتا ہے کہ میں سارے گناہ معاف کر دوں گا تو پھر اللہ کی معافی کو کچھ گناہوں کے حق میں اس لیے ملتوی رکھنا کہ ان سے ابھی اور لذت اندوز ہونے کی خواہش ہے۔ حقیقت میں یہ توبہ کی صحیح اسپرٹ نہیں ہے۔ سارے ہی گناہوں سے توبہ کر کے انسان کو چاہیے کہ خود کو اللہ کے حوالے کر دے۔ اللہ کس پیار بھرے انداز میں اپنے بندے کو اپنے دربار میں معافی نامہ داخل کرنے کے لیے بلاتا ہے۔ قرآن میں ہے:

قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيَّ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾ (الزمر: ٥٣) (اے نبی!) کہہ دیجیے اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ تمھارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ وہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی رحم فرمانے والا ہے۔

اللہ تو کہے کہ میں سارے ہی گناہ معاف کر دوں گا اور بندہ کچھ ہی گناہ معاف کرانے کا معاملہ کرے، تو یہ درحقیقت قلب کی صفائی کا وہ معاملہ نہیں ہے جو مطلوب ہے۔

توبہ کی تین شرطیں ہیں اور اگر بندے نے کسی انسان کا حق مارا ہے اور کسی کے ساتھ

زیادتی کی ہے تو پھر چار شرطیں ہیں:

- پہلی شرط یہ ہے کہ گناہ سے پوری طرح باز آجائے۔
- دوسری شرط یہ ہے کہ واقعی اپنے گناہوں پر شرم سار ہو۔
- تیسری شرط یہ ہے کہ وہ پختہ عزم کرے کہ اب کبھی کسی گناہ کو دوبارہ نہیں کرے گا۔
- اور اگر بندے کا حق مارا ہے، اس کی کوئی چیز ناحق لی ہے تو وہ اس کو واپس کرے، خواہ جس طرح کی چیز بھی ہو۔ اگر اس کو کوئی اور تکلیف پہنچائی ہے تو اس کو بدلہ لینے کا موقع دے یا یہ کہ وہ معاف کر دے، اور اگر کوئی الزام لگایا ہے یا غیبت کی ہے، تو معاف کرالے کہ بندے سے معاملہ صاف کر لینا توبہ کی لازمی شرط ہے۔

توبہ کے بعد ہی آدمی اس لائق بنتا ہے کہ وہ رمضان المبارک کا شانین شان استقبال کر سکے اور اس حال میں رمضان کا آغاز کرے کہ وہ فی الواقع رمضان سے فائدہ اٹھانے کے لائق ہو۔ آپ کسی زمین میں اگر لہلہاتی کھیتی اور رنگارنگ مہکتے پھول کھلے دیکھنا چاہتے ہیں تو بیج ڈالنے سے پہلے زمین کے جھاڑ جھنکار صاف کرنا، اینٹ روڑے نکال باہر کرنا اور زمین کو پہلے نرم کرنا ضروری ہے۔ آپ سنگلاخ زمین میں یا جھاڑ جھنکار سے ڈھکی ہوئی زمین میں لہلہاتی کھیتی اور مہکتے پھول دیکھنے کی توقع پوری نہیں کر سکتے اگر واقعی یہ سنجیدہ خواہش ہے کہ دل کی سرزمین میں نیکیوں کی بہار آئے، تو دل کی سرزمین کو پہلے گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے پوری طرح صاف کیجیے۔ تب ہی توقع کیجیے کہ اس میں نیکیوں اور بھلائیوں کی بہار آئے گی اور آپ اس بہار سے فیض یاب ہو سکیں گے۔

اس پہلی شرط کو پورا کرنے کے بعد آپ اس لائق ہیں کہ اب رمضان کا استقبال کریں اور یہ آرزو کریں کہ رمضان کے فیوض و برکات سے اللہ تعالیٰ آپ کا دامن بھر دے، اور پھر آپ اس تلقین، تشویق اور ترغیب کے واقعی مخاطب ہیں، جو اللہ کے سچے اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبوں میں رمضان کی آمد کے مواقع پر دی ہے۔ آپ ان خطبات کے مخاطب بھی ہیں اور آپ کا یہ حق بھی ہے کہ آپ رمضان کی برکتوں سے مالا مال ہونے کے لیے سعی و جہد کریں۔

شعبان سے ہی فکر مندی

ذہنی تیاری میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ رمضان کے سارے روزوں سے فیض یاب ہوں۔

کوئی ایک روزہ اور کسی ایک شب کی تراویح بھی آپ سے چھوٹ نہ جائے۔ اس لیے کہ رمضان کی کسی عبادت کے فیض سے محروم ہونے کے بعد اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے:

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُحْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمَ
الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ (بخاری، ابی ہریرہ، ترمذی، ابواب الجمعۃ، ابواب
الصوم عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الافطار متعمداً، حدیث ۶۸۷) جس شخص نے
رمضان کا کوئی ایک روزہ بھی کسی عذر اور بیماری کے بغیر چھوڑ دیا، تو اس کی تلافی نہیں
ہو سکتی، خواہ وہ زندگی بھر روزے رکھتا رہے۔

اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ رمضان کا صحیح صحیح حساب لگانے کے
لیے شعبان کی تاریخیں محفوظ رکھنے کا پورا پورا اہتمام کرو۔ آپ نے امت کو بھی یہ تاکید فرمائی اور خود
بھی آپ کا یہی عمل مبارک تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَحْصُوا هَلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ (ترمذی، ابواب الصوم عن
رسول اللہ، باب ماجاء فی احصاء هلال شعبان لرمضان، حدیث ۶۵۵) فرمایا
اللہ کے رسول نے، شعبان کا چاند معلوم کرنے کا اہتمام رکھو، رمضان کی صحیح تاریخ
معلوم کرنے کی خاطر۔

اور حضرت عائشہؓ کی شہادت ہے کہ آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ يَتَحَقَّقُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَقَّقُ مِنْ غَيْرِهِ
ثُمَّ يَصُومُ لِرُؤُوسِهِ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَهُ (ابوداؤد،
کتاب الصوم، باب اذا غمى الشهر، حدیث: ۱۹۹۳) حضرت عائشہؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے کی تاریخوں کو یاد رکھنے کا اتنا اہتمام
فرماتے تھے کہ کسی اور مہینے کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ پھر جب چاند نظر آجاتا تو
روزہ رکھنے لگتے اور اگر بدلی چھائی رہتی تو پھر شعبان کے ۳۰ دن پورے کرتے۔

روزہ اور حصولِ تقویٰ

اس ابتدائی اہتمام اور ذہنی تیاری کے بعد رمضان کی جن عبادتوں میں آپ دل کی لگن اور

کامل شوق کے ساتھ لگیں گے، ان میں سب سے اہم روزہ ہے۔ روزہ فرض ہے اور اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ قرآن و سنت نے بھی اس کو فرض اور رکن قرار دیا ہے، اور اُمت کا بھی اس پر اجماع اور تعامل ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ
(البقرہ ۲: ۱۸۳) اے ایمان لانے والو! روزہ تم پر فرض کر دیا گیا، جس طرح ان
اُمتوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے ہو گزری ہیں۔

کُتِبَ کے معنی ہیں: 'لکھ دیا گیا'۔ یہ لفظ 'فرض کر دینے' کے معنی میں آتا ہے۔ یہ خطاب آپ ہی سے ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ایمان لانے والے ہیں۔ روزہ ایمان والوں پر ہی فرض کیا گیا ہے اور ان کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اس فرض کا پورا پورا حق ادا کریں۔ پھر یہ روزہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی پر فرض نہیں کیا گیا، بلکہ قرآن کے فرمان کے مطابق پچھلی اُمتوں پر بھی فرض رہا ہے اور کسی اُمت کا نظام عبادت روزے سے خالی نہیں رہا ہے۔ قرآن کے اس اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ انسان کی تربیت کے لیے ناگزیر ہے۔ اس لیے ہر اُمت کے نظامِ عبادت میں روزہ لازماً شامل رہا ہے۔ روزے کا مقصود کیا ہے؟ اس کو بھی قرآن نے اسی آیت میں بیان کر دیا ہے:

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ ۲: ۱۸۳) تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

یعنی یہ کہ روزہ تقویٰ پیدا کرنے کا ایک ناگزیر ذریعہ ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ انسان حرام چیزوں سے اجتناب کرے بلکہ بے زاری دکھائے اور حلال چیزوں کو نہ صرف اختیار کرے بلکہ جائز اور حلال چیزوں کا حریص ہو۔ اللہ کی عبادت، اطاعت اور فرماں برداری میں اسے لذت محسوس ہو، اور اللہ کی نافرمانی اور منکرات سے اس کا اندرون بے زار اور متفر ہو۔ یہ کیفیت اور یہ جوہر ایمان پیدا کرنے میں روزہ اس قدر مؤثر اور کامیاب ہے کہ کوئی بھی دوسری عبادت اس کا بدل نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی شہادت کے مطابق روزہ ہر اُمت کے نظامِ عبادت میں لازمی جز کی حیثیت سے شامل رہا ہے۔

اب، جب کہ ہم پر رمضان کا مبارک مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اگر ہم اپنے روزوں سے

واقعی جو ہر تقویٰ حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں تو ہمیں چند چیزوں کا ضرور اہتمام کرنا چاہیے:

○ پہلی چیز یہ کہ ہم حلال روزی حاصل کریں۔ حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔ سود، دھوکا، فریب اور حرام چیزوں سے قطعی اجتناب کریں۔ حرام روزی کے ساتھ کوئی بھی عبادت قبول نہیں اور کوئی بھی عمل، عمل صالح نہیں۔

○ دوسرے یہ کہ ہم اپنی زبان پر قابو رکھیں، زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ غیبت، چغلی، بدکلامی وغیرہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھیں اور اگر کوئی ہمارے ساتھ سخت کلامی کرے یا لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو، تو ہم اس سے کہہ دیں کہ ہم روزے سے ہیں اور روزہ رکھ کر ہم یہ حرکات نہیں کر سکتے۔ ان حرکات سے زندگی کو پاک کرنے کے لیے ہی تو میں روزہ کا اہتمام کر رہا ہوں۔ میں روزہ رکھ کر یہ کیسے کر سکتا ہوں۔

○ تیسرے یہ کہ اگر ہمارے ذمے کسی کا کوئی مالی حق ہے یا کسی کا کوئی حق ہم نے دبا رکھا ہے، یا کسی پر کوئی زیادتی کی ہے یا کسی کا ہم پر کوئی قرضہ ہے، تو اولین فرصت میں صاحب معاملہ کا حق ادا کر دیں اور اگر ادا کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں تو اس سے مل کر معاملہ ضرور صاف کر لیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنا حق تو معاف کر دیتا ہے، لیکن بندے کا حق اسی وقت معاف کرتا ہے جب بندہ خود معاف کر دیتا ہے۔

قرآن سے خصوصی تعلق

رمضان المبارک کی دوسری اہم عبادت تلاوت قرآن ہے۔ قرآن کو رمضان سے خصوصی مناسبت بھی ہے۔ قرآن اسی مہینے میں نازل ہوا ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ (القدر ۷: ۱)

اور یہ لیلۃ القدر یقیناً رمضان المبارک ہی کی ایک رات ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ دوسری جگہ خود قرآن میں ارشاد ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ ۲: ۱۸۳)

میں قرآن نازل کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں

میں تلاش کرو۔ یہ ارشادات قطعی شہادت ہیں، اس حقیقت کے کہ قرآن مجید رمضان کے مہینے میں نازل ہوا۔

ایک اہم مناسبت قرآن اور رمضان میں یہ بھی ہے کہ روزہ انسان میں جو ہر تقویٰ پیدا کرتا ہے اور یہی جو ہر تقویٰ انسان کو اس لائق بناتا ہے کہ وہ قرآن پاک سے ہدایت پائے۔ ارشاد ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (البقرہ ۲:۲) یہ ہدایت ہے متقیوں کے لیے۔

قیامِ لیل، یعنی تراویح میں تلاوت قرآن، قرآن کی سماعت، قرأت اور قرآن سے شغف اور استفادے کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ قرآن بغیر سمجھے پڑھنا اور سننا بھی باعثِ اجر و ثواب اور قلب کو گرمانے کا وسیلہ ہے، لیکن اسی پر اکتفا کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی ایسے حافظ و قاری کے پیچھے قرآن سنیں جو نماز تراویح کے بعد قرآن کے پڑھے ہوئے حصے کے بارے میں آپ کو کچھ بتا بھی سکے، اور خود بھی دن میں تیرے سے قرآن پڑھنے کا اہتمام کریں۔ اگر اللہ کے فضل و کرم سے آپ عربی جانتے ہیں تو ضروری ہے کہ آپ ختم تراویح کے علاوہ بطور خود بھی تدبر اور غور و فکر کے ساتھ ایک بار قرآن پاک کا مطالعہ ضرور کریں۔

اعتکاف کا اہتمام

رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف بھی سنت ہے۔ یہ سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔ کچھ لوگ ادا کر لیں تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے اور اگر بستی کا کوئی آدمی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔ یہ اعتکاف پورے دس دن کا ہوتا ہے اور اگر ۲۹ کا چاند ہو جائے تو نو دن کا رہ جاتا ہے۔ اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ رمضان کے پورے آخری عشرے میں آدمی اللہ کا ہو رہے اور مسجد میں آکر پڑ جائے۔ ذکر و فکر، تسبیح و تہلیل، نماز و تلاوت، قرآن اور دینی کتب کا مطالعہ وغیرہ ہی اس کا مشغلہ ہو۔ اور ایک اہم عبادت صدقہ فطر بھی ہے جو نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جانا چاہیے۔